روزنامہ
الفضل
ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۴۰/۷۵ | منگل۔ ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ ، ۲۰ نبوت ۱۳۶۹ہش ، ۲۰ نومبر ۱۹۹۰ء | نمبر ۲۱۲

مالی قربانی کے فوائد

"مالی قربانی کا حکم قرآن کریم میں جو بار بار دیا گیا ہے یہ اسی ضرورت کے پیشِ نظر ہے کہ مالی قربانی سے لوگوں کا تزکیہ ہوتا ہے۔ لوگوں کے اندر پاکیزگی پیدا ہوتی ہے (صاحبِ ایمان) کو مزید تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور قوم کی اصلاح ہوتی ہے اور قوم میں ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے اور بہت سی دوسری بدیوں سے چھٹکارے کی توفیق ملتی ہے۔"

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ۔ الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۹۰ء صا)

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"خدا تعالےٰ کی نصرت انہیں کے شاملِ حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں ایک جگہ نہیں ٹھہر جاتے اور وہی ہیں جن کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ان میں بڑا شوق ذوق اور شدّت رقّت ہوتی ہے مگر آگے چل کر بالکل ٹھہر جاتے ہیں اور آخر ان کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ .... میرے بیوی بچوں کی بھی اصلاح فرما۔ اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔" (ملفوظات جلد دہم ص ۱۳۹)

"ہزاروں آدمی ہیں کہ ان بیچاروں کو دنیوی مشکلات کی وجہ سے استطاعت نہ ہونے کے باعث قادیان میں آنا دشوار ہے اور انہوں نے بذریعہ خطوط ہی بیعت کی ہوئی ہے۔ بیعت کرنے سے مطلب بیعت کی حقیقت سے آگاہ ہونا ہے۔ ایک شخص نے روبرو ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی۔ اصل غرض اور غایت کو نہ سمجھا یا پروانہ کی تو اس کی بیعت بے فائدہ ہے اور اس کی خدا کے سامنے کچھ حقیقت نہیں۔ مگر دوسرا شخص ہزار کوس سے بیٹھا بیٹھا صدق دل سے بیعت کی حقیقت اور غرض و غایت کو مان کر بیعت کرتا ہے اور پھر اس اقرار کے اوپر کاربند ہو کر اپنی عملی اصلاح کرتا ہے وہ اس روبرو بیعت کر کے بیعت کی حقیقت پر نہ چلنے والے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔" (ملفوظات جلد دہم ص ۱۴۰)

تحریکِ وقفِ نو

۱۔ ۳ اپریل ۱۹۸۷ء سے قبل کے بچوں کی درخواستیں وقفِ اولاد کے تحت براہِ راست وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو بجھوائی جائیں کیونکہ وقفِ نو میں وہ بچے شامل کئے جا رہے ہیں جو ۳ اپریل ۱۹۸۷ء کے بعد پیدا ہوئے۔

۲۔ جو احباب وقفِ نو میں شمولیت کے لئے حضور انور کی خدمت اقدس میں خط تحریر کریں وہ بچے کا نام بچے کے والد/ والدہ اور دادا کا نام اور پورا پتہ ضرور تحریر کریں فارم وقفِ نو مربیان سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ جن احباب کو وقفِ نو کے فارم بجھوائے گئے ہیں وہ جلد از جلد ان فارموں کو پُر کر کے واپس بجھوائیں کیونکہ ان کی وجہ سے ریکارڈ کی تیاری کا کام مکمل نہیں ہو رہا۔

۴۔ جو احباب اپنے وقف شدہ بچوں کی تصاویر حضور انور کی خدمت میں ارسال کرتے ہیں وہ تصویر کی پُشت پر بچے کا نام اور والد کا نام اور پتہ اور اگر حوالہ وقفِ نو معلوم ہو تو ضرور درج کریں تاکہ شعبہ وقفِ نو کو معلوم ہو سکے کہ کس کی تصویر ہے ....

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

نیکی کے رنگ میں بدی کے مرتکب افراد ہلاکت اور تباہی کا موجب ہوتے ہیں

اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو)

"ایک سزا البغاوت کی سزا ہوتی ہے اور ایک فعل کے نتیجہ میں سزا ملتی ہے۔ اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر نہیں کیا اسے نقصان نہیں پہنچے گا۔ مگر اس لئے کہ جو اس نے غلطی کی ہے اس کا خمیازہ اٹھائے۔ اسے تکلیف ہوگی اور غلطی کی وجہ سے چونکہ اس کے دل پر زنگ لگ گیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ علاج کیا جائے یہ ایک قسم گناہوں اور گناہ کرنیوالوں کی ہے دوسری قسم کے گناہ کرنے والے ایسے ہوتے ہیں جو جان بوجھ کر بدی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔ وہ جو گناہ کو گناہ سمجھتے ہوتے کرتے ہیں اور جب ان سے اس کے متعلق پوچھا جائے تو اقرار کر لیتے ہیں کہ واقعی ہم اس بدی کے مرتکب ہوتے ہیں مگر مجبور ہیں کمزوریوں کی وجہ سے اس فعل بد سے بچنے کی طاقت نہیں ہے۔

۲۔ وہ جو بدی کو بدی سمجھ کر کرتے ہیں اور پھر اس بدی کو نیکی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اس پر اصرار اور ضد کر کے اپنی خجالت اور شرمندگی کو مٹانا چاہتے ہیں اس قسم کے لوگ پہلی قسم کے لوگوں سے زیادہ ضرر رساں ہوتے ہیں۔ کیونکہ پہلی قسم کے لوگ صرف اپنے نفس کے لئے ہلاکت اور تباہی کا ہی باعث نہیں ہوتے بلکہ بہتوں کے لئے ہدایت کا موجب بھی ہو جاتے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا تھا "من نہ کردم شما حذر بکنید" یعنی میں نے تو اپنی جان کو تباہ کر لیا ہے اور کوئی احتیاط نہیں کی۔ مگر تم میری حالت کو دیکھ کر اپنا بچاؤ کر لو۔ تو ایسے لوگ گو اپنے نفس کو تباہ کر لیتے ہیں مگر دوسروں کے لئے عبرت اور نصیحت کا موجب بن جاتے ہیں لیکن وہ جو بدی کو بدی سمجھ کر کرتے ہیں اور پھر اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ہم نے یہ بدی نہیں کی۔ بلکہ نیکی کی ہے ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے حضور بڑی پکڑ کے قابل ہوتے ہیں کیونکہ یہ نہ صرف اپنے آپ کو ہلاک کرتے ہیں بلکہ اوروں کو بھی اپنے ساتھ شامل ہونے کی ترغیب دیتے ہیں اور ان کی ہلاکت کا باعث بنتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ جولائی ۱۹۱۵ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی ۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ
پچاس پیسے

۲۰ ۔ نبوت ۱۳۶۹ ہش ۲۰ ۔ نومبر ۱۹۹۰ء

کامیابی کا گُر

گذشتہ ایام میں امریکہ میں ایک کتاب شائع ہوئی تھی جس میں دنیا کے ایک سَو سب سے زیادہ کامیاب انسانوں کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس کتاب میں مصنّف نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا سب سے زیادہ کامیاب انسان قرار دیتے ہوئے کتاب میں آنحضورؐ کو اوّلیّت دی تھی۔ کتاب کا مصنّف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفِ عام میں پیروکار تو نہیں لیکن جب اس نے حقیقت شناسی سے آنحضور صلعم کی حیات مبارکہ کا دنیا کے دیگر کامیاب لوگوں سے موازنہ کیا تو وہ یہ بات باور کئے بغیر نہ رہ سکا کہ حضورؐ دنیا کے سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس کامیابی کا یوں ذکر کیا ہے

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی قابلِ فخر کامیابی کا نمونہ ہے۔ اور وہ کامیابی ایسی عظیم الشان ہے جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔ آپؐ جس بات کو چاہتے تھے جب تک اس کو پورا نہ کر لیا آپؐ رخصت نہیں ہوئے۔ آپؐ کی روحانیت کا تعلق سب سے زیادہ خدا تعالیٰ سے تھا اور آپؐ اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ کون اس سے ناواقف ہے کہ اس سرزمین میں جو بُتوں سے بھری ہوئی تھی ہمیشہ کے لئے بُت پرستی دُور ہو کر ایک خدا کی پرستش قائم ہو گئی۔ آپؐ کی نبوّت کے سارے ہی پہلو اس قدر روشن ہیں کہ کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔

آپؐ ایک خطرناک تاریکی کے وقت دنیا میں آئے اور اس وقت گئے جب اس تاریکی سے دنیا کو روشن کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور آپؐ کی قدسی قوّت کے کمالات کا یہ بھی ایک اثر اور نمونہ ہے کہ وہ کمالات ہر زمانہ میں اور ہر وقت تازہ بہ تازہ نظر آتے ہیں اور کبھی وہ قصہ یا کہانی کا رنگ اختیار نہیں کر سکتے۔"

ہر انسان کامیابی حاصل کرنے کیلئے تگ و دو کرتا ہے اور کامیابی کے حصول کیلئے ایک نمونہ اپنے سامنے رکھ کر کوشش کرنے کو بہتر طریق گردانتا ہے ہم اس سلسلہ میں اپنے قارئین سے یہ کہنا چاہیں گے کہ وہ اپنی کامیابی کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو ہمیشہ سامنے رکھیں۔

کس نے دِیا جلا کے ہَواؤں میں رکھ دیا
پلکوں کے موتیوں کو فضاؤں میں رکھ دیا
برسات میں بھی کس کو میسّر نہ آ سکی
اب کس نے تشنگی کو گھٹاؤں میں رکھ دیا

ابوالاقبال

○

حُسن و وفا و پیار ہے جو اس نگار میں
ہرگز نہیں ہے اور کسی گلعذار میں

عُشّاق کے جنوں میں گریباں ہیں تار تار
عقل و خرد کا دخل نہیں رسمِ پیار میں

واعظ کو میرے جذبۂ اُلفت کی کیا خبر
ترکِ خیالِ یار نہیں اختیار میں

کب آئے گا قرار دلِ بیقرار کو
آنکھیں ہیں فرشِ راہ ترے انتظار میں

کیسے ترے فراق میں گزرے گی زندگی
کب تک رہوں گا جانِ جہاں حالِ زار میں

ہر بزم بے چراغ ہے بے کیف انجمن
تیرے بغیر لطف ہے کیا اِس دیار میں

جَور و ستم کا گرم ہے بازار تا ہنوز
ہر سُو لگی ہے آگ سی قرب و جوار میں

ہو گی نمودِ فجر شبِ تار میں کبھی
موسم خزاں کا بدلے گا فصلِ بہار میں

لائے گا رنگ خونِ شہیدانِ باوفا
جو کر رہے ہیں جان فنا کُوئے یار میں

دردِ فراقِ گُل کی دَوا دیجئے مجھے
مَیں بھی ہوں اِک "ہزار" ہزاروں ہزار میں

مجھ کو فقط ہے آپ کے عرفان کی طلب
ارماں نہیں کچھ اور دلِ خاکسار میں

ایّامِ غم میں "یاس" مداوائے غم نہیں
تسکینِ قلب شادؔ ملے یادِ یار میں

محمد ابراہیم شادؔ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات
نون۔ سین

پوسٹل کوڈ نمبر

جب پوسٹل کوڈ کی سکیم کا آغاز کیا گیا تو شروع کے ایام میں یہ نہیں پتہ چلتا تھا کہ جہاں آپ خط بھیجنا چاہتے ہیں۔ وہاں کا کیا کوڈ نمبر ہے۔ آپ کو اپنے شہر یا قصبے یا گاؤں کے کوڈ نمبر کا تو علم ہو گیا لیکن خط کو صحیح پتے پر اور آسانی سے پہنچانے کے لئے جو مکتوب الیہ کے شہر قصبے یا گاؤں کے کوڈ نمبر کی واقفیت ضروری تھی وہ حاصل نہ تھی۔ چنانچہ پتہ چلا کہ ایک کتاب چھاپی گئی ہے جس میں سارے ملک کے کوڈ نمبر درج ہیں۔ تھی تو بڑی اچھی بات لیکن ایک تو یہ کہ ہر گاؤں اور ہر قصبے کے لوگ اس سے آسانی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اور دوسرے یہ کہ بڑے قصبوں میں بھی ڈاکخانے میں یہ کتاب میسر نہ تھی۔ بہرحال آہستہ آہستہ پتہ چلنے لگا کہ کسی جگہ کا کیا کوڈ نمبر ہے۔ اب کسی شخص نے وفاقی محتسب کے پاس اس بات کی اپیل کی ہے کہ حکومت کو چاہیئے کہ اپنے تمام دفاتر کو ہدایت جاری کرے کہ وہ ہر خط پر جو اس کے دفتر سے باہر جاتا ہے پوسٹ کوڈ لکھے۔ اپنا بھی اور مکتوب الیہ کے مقام کا بھی۔ وفاقی محتسب صاحب نے کہا ہے اور ہمیں یہ بات بہت پسند آئی کہ اگرچہ اپیل کرنے والے کو خود تو اس سلسلہ میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی لیکن جو تجویز انہوں نے پیش کی ہے وہ قابل غور ہے اور اس پر عمل سے آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس لئے انہوں نے حکومت کے دفاتر کو ہدایت جاری کی ہے کہ وہ پوسٹل کوڈ کا استعمال کروائیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگرچہ پوسٹل کوڈ کی سکیم جاری کرتے وقت خیال یہ تھا کہ جلد ہی اس سکیم پر عمل درآمد ہونے لگے گا لیکن دیکھا گیا ہے کہ اب تک پوری طرح سے اس پر عمل درآمد نہیں ہے حتی کہ سرکاری دفاتر بھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ محتسب صاحب نے کیبنٹ ڈویژن کو ہدایت کی ہے کہ وہ اس بات کا جائزہ لیں کہ اپیل کرنے والے کی تجویز کو کس حد تک آسانی کے ساتھ زیر عمل لایا جا سکتا ہے۔ اور کہ اس سلسلے میں کیبنٹ ڈویژن اپنے دفاتر کو ہدایات جاری کرے کہ وہ فوری طور پر اس سکیم پر عمل درآمد شروع کرے وفاقی محتسب صاحب نے پوسٹل حکام کو بھی یہ ہدایت جاری کی ہے کہ وہ پوسٹ کوڈ کو پوری طرح تشہیر کریں۔ دراصل اس تشہیر کی کمی کی وجہ سے اس پر پوری طرح سے عمل درآمد نہیں کیا جا سکا۔ مثلاً ہم نے دس خط لکھے اور وہ دس مختلف جگہوں پر جائیں گے لیکن ہمیں ان دس مختلف جگہوں کے پوسٹل کوڈ کا علم نہیں ہے تو ہم کیا کریں اس کی ایک صورت یہ ہے کہ جن کو ہم خط لکھتے ہیں وہ اپنے خطوں پر ضرور پوسٹل کوڈ لکھیں جسے ہم نوٹ کر لیں گے اور اس کے بعد جب بھی انہیں خط لکھیں گے خط پر ان کا پوسٹل کوڈ بھی لکھا جائے گا۔ ہمیں اپنے پوسٹل کوڈ کا تو پتہ ہے ہی صرف مکتوب الیہ کے پوسٹل کوڈ کا علم ہونا کسی حد تک مشکل ہے جب تک کسی خاص سکیم کے ذریعے پوسٹل کوڈ کی تشہیر نہ کی جائے۔

امید ہے کہ اب وفاقی محتسب صاحب کی ہدایت کے مطابق ڈاکخانے کے حکام پوسٹل کوڈ کی پوری طرح تشہیر کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس میں خط لکھنے والوں کا بھی فائدہ ہے اور مکتوب الیہ کا بھی اور ان دونوں کے علاوہ ڈاکخانے کا بھی کہ ایسی ڈاک زیادہ آسانی کے ساتھ تقسیم کی جا سکتی ہے اور اس کے اِدھر اُدھر جانے کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

ڈاک کی ٹکٹیں

کیا آپ کو معلوم ہے کہ عالمی پوسٹل یونین ۹ اکتوبر کو معرض وجود میں آئی تھی اور اقوام متحدہ کی تنظیم ۲۴ اکتوبر کو۔ اور اکتوبر کا مہینہ عام طور پر دنیا میں ٹکٹیں اکٹھی کرنے کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ دنیا کی واحد ایسی تنظیم ہے جو ملک بھی نہیں ہے۔ علاقہ بھی نہیں ہے۔ لیکن اس تنظیم کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ از خود ٹکٹیں جاری کر سکے۔ یہ ٹکٹیں جو اقوام متحدہ کی طرف سے جاری ہوتی ہیں صرف اقوام متحدہ کے ہیڈ آفس ہی میں استعمال کی جا سکتی ہیں اور یہ دفاتر نیویارک جنیوا اور ویانا میں ہیں۔ اگرچہ یہ ٹکٹیں تمام ممبر ممالک سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

اقوام متحدہ کی طرف سے ٹکٹیں جاری کرنے کا خیال سب سے پہلے ۱۹۴۶ء میں آیا۔ اس سے اگلے سال ارجنٹائن نے یہ تجویز پیش کی کہ اقوام متحدہ کی پوسٹل ایڈمنسٹریشن اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں قائم کی جانی چاہیے اس کا مخفف UNPA ہے جنرل اسمبلی نے ۱۹۴۸ء میں اس بات کی توثیق کی اور UPU سے اس مدد کی خواہش کی کہ وہ محکمہ ڈاک تشکیل دینے میں مدد کرے اسوقت خیال یہ تھا کہ اقوام متحدہ کا ڈاک کا نظام امریکہ کے ڈاک کے نظام کے ساتھ منسلک کیا جائے۔ اور مارچ ۸، ۱۹۵۱ء کو اس سلسلے میں ایک معاہدہ بھی طے پا گیا۔ سب سے پہلے امریکن کرنسی میں ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو اقوام متحدہ کے ٹکٹ جاری کئے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد اقوام متحدہ نے یورپ میں بھی اپنے دفاتر کھولے یہ تمام دفاتر اس کے مختلف شعبوں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ چونکہ پہلے جو ٹکٹ جاری کئے گئے تھے وہ امریکی کرنسی سے تعلق رکھتے تھے۔ اور وہ نیویارک کے ہیڈ آفس کے باہر استعمال نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے ایک اور معاہدہ ۱۹۶۸ء میں طے پایا اور یہ معاہدہ سوئٹزر لینڈ کی حکومت کے ساتھ کیا گیا تھا۔ جسمیں اس بات کی اجازت دی گئی کہ سوئٹزر لینڈ کی کرنسی میں اقوام متحدہ کی ٹکٹیں جاری کر دی جائیں اسطرح ۱۹۷۹ء میں ویانا کے ہیڈ آفس کو بھی اجازت مل گئی کہ وہ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں ٹکٹوں کے ذریعے ہر ملک کسی نہ کسی بات کی تشہیر کرتا ہے۔ کبھی وہ اپنے بڑے بڑے عمائدین کی تشہیر کرتا ہے اور کبھی وہ اپنے مختلف پرندوں کی۔ جانوروں کی۔ درختوں کی اور ملک کی بعض عمارتوں کی۔ اسی طرح اقوام متحدہ نے بھی اپنے ٹکٹوں کے لئے مختلف موضوعات چنے ہیں۔ عام طور پر یہ پانچ زبانوں میں چھاپی جاتی ہیں اور انہیں پوسٹر آف ہیس کہا جاتا ہے

لبنانی اقتصادیات

ماہرین اقتصادیات کا خیال ہے کہ لبنان جو ایک زمانے میں مشرق وسطی کا مالیاتی محور سمجھا جاتا تھا اور جو ۱۵ سال کے مسلم عیسائی مناقشات کی وجہ سے اپنی اقتصادی حیثیت کھو بیٹھا تھا۔ اب پھر اپنی اقتصادیات کو صحیح خطوط پر چلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ جس ملک میں ۱۵ سال تک لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے ہوں وہاں کی اقتصادیات کی بدحالی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ اور پھر اس اقتصادیات کو صحیح خطوط پر ڈالنا بھی کوئی آسان کام نہیں اور لبنان میں تو کہتے ہیں کہ کل آبادی ۳۵ لاکھ کا ۱/۴ ۱۹۷۵ء سے اب تک ترک وطن کر چکا ہے۔

جنگ سے پہلے وہاں پر جو صنعت کاری موجود تھی۔ اسکا ۸۰ فیصد مسلم عیسائی مناقشات کی وجہ سے تباہ ہو چکا ہے اور پھر ۱۹۸۲ء میں اسرائیل نے بھی لبنان پر حملہ کر کے وہاں خاصی تباہی مچائی تھی۔ گذشتہ دنوں جو جنگ مشعل عون کی گرفتاری سے ختم ہوئی اسمیں تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار افراد ہلاک ہو گئے۔ اور جیسا کہ ہم سب سمجھ سکتے ہیں آبادی کی بہ نسبت ترک وطن کرنے اور ہلاک ہونے کی وجہ سے وہاں کی اقتصادیات پر بہت برا اثر پڑا ہے۔ اب ماہرین اقتصادیات کا خیال ہے کہ صدر ہراوی نے جو تحریکات شروع کی ہیں جنکے ذریعے وہ بیروت کو متحد کرنا چاہتے ہیں۔ اور تمام جنگی گروہوں کو جنگ سے باز رکھکر سول لائف میں لانا چاہتے ہیں۔ ان باتوں نے ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی طرف رخ کر لیا ہے۔ اب لوگ اپنا روپیہ تجارت اور صنعت میں لگانے کے لئے تیار ہیں اور وہ پہلے سے زیادہ عرصے کیلئے یہ رقم لگاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اب انہیں لبنان کی اقتصادی حالت پر خاصا اعتماد پیدا ہو گیا ہے۔ بنک خاص طور پر سنٹرل بنک والے کہتے ہیں کہ اب خاصی مقدار میں روپیہ ہمارے پاس آنا شروع ہو گیا ہے۔ رقوم کا اسطرح جمع ہونا اقتصادیات میں اعتماد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ حکومت نے اسوقت وہ بندرگاہیں جو فوجی گروہوں کے ہاتھ میں تھیں اپنے قبضے میں لے لی ہیں اور اسکے نتیجے میں۔ دو ارب ڈالر جو پہلے سے ملک پر قرض ہے وہ مزید بڑھنے سے رک جائے گا۔ کیونکہ اسطرح بندرگاہیں قبضے میں لینے سے وہاں پر تجارتی لین دین زیادہ آسانی سے ہو سکے گا۔

پہلے تو بیروت کی سڑکوں پر فوجی دستے گھوما پھرا کرتے تھے اب ان کے ساتھ یہ طے پا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو سڑکوں اور گلیوں سے نکال باہر کریں اور لوگوں کو آرام کی زندگی بسر کرنے دیں۔ چنانچہ بیروت کو عظیم بیروت بنانے کی طرف توجہ مبذول ہو گئی ہے۔ لبنان کے جو لوگ بیرونی ممالک گئے ہوئے ہیں وہ عام طور پر ۲ء۵ ارب ڈالر سالانہ اپنے وطن بھیجتے ہیں ان میں سے بہت سے لوگ خلیج میں ہیں یا افریقہ میں ہیں

باقی صٹ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعارف

پوئمز آف غالب

(غالب کے اشعار)

پوئمز آف غالب (Poems by Ghalib)
اردو اور انگریزی
مرتبہ: مطیع اللہ درد
شائع کردہ: مطیع اللہ درد

غالب کا دنیا بھر میں تعارف تو ہے۔ لیکن بیرونی دنیا کے لوگ صرف اس صورت میں غالب کو جانتے ہیں کہ ان کے دانش ور دل نے اردو کا مطالعہ کیا ہو اور وہ غالب کو پڑھ سکتے ہوں۔ اگر اردو کو زیادہ وسیع حلقے میں متعارف کرانا مقصود ہو جیسا کہ واقعی ہے تو غالب کی نظموں کا انگریزی ترجمہ مہیا کیا جانا چاہیے۔ مطیع اللہ صاحب درد جو جوزف چیمبرلین کالج میں تعلیم دیتے ہیں نے نہایت محنت کے ساتھ غالب کے منتخب اشعار کو انگریزی قالب میں ڈھالا ہے۔ اگرچہ اسے صحیح طور پر ترجمہ تو نہیں کہا جا سکتا لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ جس طرح ان اشعار کو انگریزی قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ وہ ترجمے سے کہیں بہتر ہے۔ اسلئے کہ جب تک لوگ غزل کے مزاج سے واقف نہ ہوں اور اسی طرح جس معاشرے میں وہ غزل کہی گئی ہے۔ اسکے ماحول سے شناسا نہ ہوں وہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ شاعر کیا کہہ رہا ہے۔ اسلئے یہ نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اشعار کا ترجمہ وضاحتی یا تشریحی ہو۔ اس کتاب کے متعلق اے۔ کیو۔ نیاز جو پاکستان میں ایک مانے ہوئے دانش ور اور مترجم تھے نے دیباچے میں لکھا۔

" زندگی ایک بہت بڑی مہم ہے لیکن اگر آپ اس میں سے جذبہ و جوش کو الگ کر دیں تو یہ بہت ہی مطیع و فرمانبردار سی چیز بن جاتی ہے۔ جہاں تک اس کے جذبہ و جوش کی کیفیت کا تعلق ہے یہ سب کچھ انسان کے اپنے مزاج اور ذوق پر منحصر ہے۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی صلاحیت اور اس کے دل کی گہرائی سے تعلق رکھتا ہے۔ شاعر اور فلاسفر مذہبی رہنما اور گناہ گار لوگ اور اسی طرح صوفیاء نے اس بات کی ہمیشہ کوشش کی ہے کہ وہ اس جوش اور جذبے پر احاطہ کر سکیں اور اسکی تاریخ بیان کر سکیں۔ لیکن زندگی کی یہی صفت ایسی ہے کہ اپنا تجزیہ کرنے کی اجازت نہیں دیتی انسانی زبان نے اسے مختلف طریق پر نبھایا ہے۔ ایک کانٹا جو کہیں کھٹکتا ہے ایک زہر جو مستقلاً جلن پیدا کرتی ہے۔ ایک خواہش جسے نہ خاموش کرایا جا سکتا ہے نہ جسکا گلا گھونٹا جا سکتا ہے ایک۔ صلاحیت جس سے زندگی کو مسکراہٹوں کے درمیان قبول کیا جا سکے اور شکست ماننے سے انکار کیا جا سکے اگرچہ دل کتنا ہی ٹوٹ پھوٹ کیوں نہ جائے میرے نوجوان بیٹے! آپ انتخاب میں پوری طرح آزاد ہیں اور آپ کو اختیار ہے کہ آپ اپنی زندگی کو ان خوبیوں میں سے جو خوبی چاہیں اسکے ساتھ منسلک کر دیں۔ اور اگر ممکن ہو تو ان سب خوبیوں کو اپنا لیں"

یہ اے کیو نیاز صوفی صاحب نے ۲۰ فروری ۱۹۶۰ء کو مطیع اللہ صاحب درد کے نام لکھا تھا۔ جہاں تک انتخاب کا تعلق ہے۔ ڈبلیو ڈبلیو ہارٹ ویسٹ مڈلینڈ آرٹس نے نومبر ۱۹۸۵ء میں لکھا۔

" مرزا اسد اللہ غالب دسمبر ۱۷۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ یعنی جان کیٹس سے دو سال بعد اور فروری ۱۸۶۹ء میں فوت ہوئے یعنی چارلس ڈکنز سے ایک سال پہلے اسی ایک عشرہ ہی کے دوران ملکہ وکٹوریہ کو ہندوستان کی ملکہ بنایا گیا۔ لیکن اس سے بہت قبل آگرہ جو کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں واقع ہے اور جہاں غالب پیدا ہوئے تھے۔ ہندوستانیوں اور انگریزوں کی لڑائی کا میدان تھا۔ ۱۸۶۲ء کی ایک برٹش ڈکشنری آف ڈیٹس کے مطابق آگرہ کا قلعہ انگریزوں کے قبضے میں آگیا اسوقت انگریزوں کے جرنیل لیک (LAKE) تھے۔ اور یہ بات ہے اکتوبر ۱۸۰۳ء کی۔ غالب کے والد جو رامپور کی فوج میں ملازم تھے۔ اسوقت جب ان کا بیٹا ۵ سال کی عمر کا تھا۔ لڑتے ہوئے کام آئے۔ غالب کو پہلے ان کے ماموں نصر اللہ خان کی فیملی میں رکھا گیا۔ جو برطانوی فوج کے پیدل دستوں میں ایک افسر متعین تھے۔ اور جب خانصاحب موصوف کی وفات ہوئی تو انہیں ایک ایسے سرپرست کے ہاتھ میں دیا گیا جسکی منظوری برطانوی حکومت نے دی تھی۔ ان کا نام نواب احمد بخش تھا۔ غالب بہر حال اپنے ننھیال میں پرورش پاتے رہے اور کہا جاتا ہے (موجودہ تحقیقات کے مطابق) کہ اسوقت انہوں نے آرام و آسائش کی زندگی گذاری۔

تربیت کے لحاظ سے وہ ایک مسلمان تھے لیکن ایک زرتشتی نومسلم نے ان کو فارسی ثقافت سے متعارف کروایا۔ لیکن کہا جا سکتا ہے کہ ان کا طرز زندگی زیادہ تر ڈکنز جیسا تھا۔ جیسا کہ ایک انگریزی جملہ جو کبھی پہلے استعمال میں لایا جاتا تھا وہ ایک خود ساختہ خاص طور پر تعلیم کے لحاظ سے انسان تھے۔ جنہیں مشکل اوقات میں سے گذرنا پڑا۔ انہوں نے عدالت کے ذریعے اپنا حصہ لینے کی کوشش کی۔ جو انہیں صرف زندگی کے آخری حصے میں مل سکا۔ اور یہ وہ وقت تھا جب کہ رام پور کے نواب نے انہیں پینشن کے طور پر کچھ رقم ادا کرنی شروع کر دی تھی۔ میں غالب کے نام تک سے واقف نہیں تھا۔ حال ہی میں مطیع اللہ صاحب درد نے مجھے اپنی تحریریں دکھائیں تو میں نے یہ مشورہ دیا کہ برطانوی مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اس انتخاب کے ساتھ ایک نوٹ ہونا چاہیے مطیع اللہ صاحب درد نے اس بات پر اصرار کیا کہ یہ نوٹ میں لکھوں اور انہوں نے یہ کہنے میں اس اصول کو مد نظر رکھا کہ سیکھنے والے زیادہ بہتر استاد ہوتے ہیں۔ اور اسمیں کیا شک ہے کہ اس بات کی منطق سمجھ میں آسکتی ہے میں اردو تو پڑھ نہیں سکتا اور مجھے اس بات کا افسوس ہے لیکن غالب کی نظموں کا انگریزی میں ترجمہ تو میں پڑھ سکتا ہوں۔ اور میں انہیں آسانی سے سمجھ بھی سکتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میں آئندہ دس سال کے عرصے میں ان نظموں کو زیادہ بہتر طریق پر سمجھنے لگوں۔

ان اشعار کا مطالعہ کرنے والے غالب کے متعلق یہ محسوس کریں گے کہ وہ ایک آزاد منش انسان تھے۔ اپنے آئیڈیل کے لئے دانش ورانہ زاویہ رکھتے تھے۔ وہ اپنی خواہشات اور روایات کے ساتھ پوری طرح منسلک تھے اور اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی طاقت یا کوئی نظریہ ان کو اپنے تسلط میں لے لے انہوں نے خورد و نوش کا سامان بھی تو حاصل کرنا تھا۔ اس لئے وہ دیکھتے تھے کہ ہوا کا رخ کیا ہے۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ ان کے محسوسات اور ان کی شخصیت گند ہو کر رہ جائے انکی شاعری میں تقدیر کا عنصر موجود ہے۔ اور وہ خوبصورتی کو داد و تحسین پیش کرتے ہیں۔ حیا بھی ہے اور مسرت بھی۔ وہ ایک صحیح معنوں میں شاعر ہیں۔ وہ ان تمام چیزوں کو باہم دگر اکٹھا رکھ سکتے ہیں اور رکھتے ہیں۔ مجھے غالب کی زندگی میں (ان کے اشعار کے ذریعے) کہیں تعصب نظر نہیں آیا۔ نہ وہ چیزوں کو سطحی طور پر دیکھتے ہیں مجھے یوں معلوم ہوتا ہے۔ گویا ایک نوجوان التجائیں کر رہا ہے اور ان التجاؤں میں کسی حد تک افسردگی اور اپنے ساتھ ناانصافی کا اظہار ہے۔ لیکن ان سب چیزوں سے بالاتر میں ایک شاعر کو سوال کرتے اور اپنے اندرونی جذبات کا شدت کے ساتھ اظہار کرتے دیکھتا ہوں۔ یہ اظہار نہایت دیانت دارانہ ہے اور سب لوگوں کے سامنے کیا جاتا ہے۔ میں اس موقعہ کو پُر مسرت جانتا ہوں کہ ویسٹ مڈلینڈز میں ایک برطانوی آرٹس ایڈ منسٹریٹر کو ۲۰۰ سال کے بعد جب جنرل وائی کاؤنٹ جیرالڈ لیک نے غالب کے ساتھیوں کو آگرہ کی جنگ میں مارا تھا میں اسے خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کتاب کے ذریعے اور اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ وہ ایک بہت اہم مصنف تھے جنکی برطانیہ نے ابھی تک وسیع پیمانے پر پذیرائی نہیں کی۔ ایک وقت تھا کہ ان کے لوگ اور برطانوی لوگ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اب ویسٹ مڈلینڈز میں اور دیگر علاقوں میں ہم ایک دوسرے کے اتحادی بن گئے ہیں۔ ہمسائے بن گئے ہیں اکٹھا کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے دوستی کے تعلقات کا اظہار کرتے ہیں ان صفحات میں بھی ایک اتحادی موجود ہے کیا ان کی وفات کے سو سال بعد بھی ہم ان کو اتحادی کہہ سکتے ہیں۔ یا اتحادی کہیں اور ہیں۔ نہیں۔ یہ غالب یہیں ہے۔ آپ ان کی بات سنئے۔

مطیع اللہ صاحب درد نے اس انتخاب کا آغاز اس شعر سے کیا ہے۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

انتخاب کا آخری شعر یہ ہے۔

ہوں گرمئ نشاطِ تصور سے نغمہ سنج
میں عندلیب گلشنِ ناآفریدہ ہوں

اس شعر کا جو انگریزی ترجمہ درد صاحب نے کیا ہے اسے سلیس اردو میں آزادانہ طور پر یوں ڈھالا جا سکتا ہے۔

زندگی کے حقائق میں نہ شاعری ملتی ہے نہ موسیقی۔ یہ حقائق بالکل گرد و غبار کی طرح خشک ہیں کسی جذبے کو جنم نہیں دیتے

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محمود احمد اشرف

روس میں حالیہ تبدیلیوں کا پس منظر

قوموں کے عروج و زوال کی بحث کرتے ہوئے ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے۔ کسی قوم کا زمانہ عروج اوسطاً انسان کی عمر جتنا ہوتا ہے۔ یہ خیال کس حد تک درست ہے اور کس حد تک درست نہیں ہے اس بحث کا تو یہ موقع اور محل نہیں ہے تاہم روس کے اشتراکی انقلاب کی عمر کے لحاظ سے ابن خلدون کی یہ بات درست ثابت ہوئی ہے۔ ۱۹۱۷ء میں کارل مارکس کے فلسفہ کی روشنی میں اور لینن کی قیادت میں سوویت یونین میں جو اشتراکی انقلاب آیا اور جس کے ہمہ گیر اثرات بیسویں صدی میں تمام کرہ ارض پر محیط رہے اب زوال پذیر ہے۔ روسی معاشرے میں حیرت انگیز تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں اور آنے والی صدی بہت سے تغیرات اور انقلابات اپنے ساتھ لانے والی ہے۔ سوویت رہنما میخائیل گورباچوف بدلتے ہوئے وقت کا ساتھ دینے کے لئے روس کے کمیونسٹ معاشرے کے ہر شعبہ میں جو تبدیلیاں کرنے پر مجبور دکھائی دیتے ہیں اس کا پس منظر کیا ہے اور ان تبدیلیوں کی وجوہات کیا ہیں۔ یہ مختصر مضمون اسی موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔

آج جب ہم کارل مارکس کے فلسفہ پر غور کرتے ہیں اور اس فلسفہ کی جو عملی شکل لینن نے پیش کی اس پر ایک سرسری سی ہی نظر ڈالتے ہیں تو سوویت معاشرے اور نظام حکومت کی تشکیل و تعمیر میں ہی ہمیں اس کی تخریب کے سامان نظر آنے لگتے ہیں حضرت فضل عمر (اللہ تعالےٰ آپ سے راضی رہے) ان اہل بصیرت میں سرفہرست ہیں جنہوں نے کمیونزم کے نقائص کی نشان دہی کرنے کے بعد اس معاشرے کے مستقبل کی جانب واضح اشارے کر دیئے تھے۔ آیئے ہم ایک نظر ان پر ڈال لیں۔ جو حضرت فضل عمر نے اپنے لیکچر "دین حق کا اقتصادی نظام" میں بیان فرمائے ہیں۔ وہ خلاصۃً یہ ہیں۔

اول یہ کہ کمیونزم فرد کی سطح پر ترقی کے محرکات کو ختم کرتا ہے۔ کام کا تصور محض فیکٹری یا کارخانوں میں کام کرنا ہے۔ بہت سی دماغی صلاحیتوں کی بے قدری کی گئی ہے لہذا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اعلیٰ دماغ ضائع ہو جائیں گے اور اپنی صلاحیتوں کی قیمت وصول کرنے کے لئے روسی اپنے ملک سے باہر جانا چاہیں گے۔

دوم کمیونزم جبر کے ذریعے جس معاشی مساوات کا قائل ہے اس کے نتیجہ میں معاشرہ میں بے اطمینانی اور نفرت میں اضافہ ہوگا

سوم اقتصادیات پر حکومت کے سخت کنٹرول کی وجہ سے صنعت و زراعت میں زوال پیدا ہوگا۔ فی الحال روس کی صنعت اس کے اپنے ہی خام مال اور اپنے ہی مزدوروں کے ذریعے اپنی ضرورتیں پوری کرتی ہے۔ مگر جب بیرونی دنیا کی صنعت سے اس کا مقابلہ اور موازنہ ہوگا تب معلوم ہوگا کہ کس قدر تنزل پیدا ہو چکا ہے۔ کمیونزم زمین کو کلیتہً حکومت کی ملکیت قرار دیتا ہے۔ زمیندار کی حیثیت اس نظام میں مزدور کی سی ہے۔ پس زراعت میں بھی تنزل ہوگا۔ جب عوام کی عام ضروریات زندگی پوری ہو رہی ہوں گی اور ضرورت سے زائد اپنے لئے کوئی پیسہ جمع کرنے کی اجازت نہ ہوگی تو اس سے محنت کی عادت کا فقدان ہوگا۔ ذہنی تنزل ہوگا۔

چہارم۔ چونکہ ذہنی صلاحیتوں کو دبایا گیا ہے اس لئے آئندہ جب بھی اس نظام کا زوال ہوگا تو قیادت کے خلا کو صرف آمریت ہی پر کر سکے گی۔

سوویت یونین آج جن مسائل سے دوچار ہے اس میں سرفہرست اقتصادی تنزل نظریاتی و اخلاقی انحطاط۔ سیاسی و انتظامی بدعنوانیاں اور قوم پرستی سے پیدا ہونے والے مسائل ہیں۔ ان تمام مسائل کی سوویت رہنما میخائیل گورباچوف نے واضح طور پر نشان دہی کی ہے اور جرأت مندانہ طور پر ان حقائق کو قبول کرتے ہوئے مسائل کے حل کے لئے اپنے انقلابی پروگرام پیش کئے ہیں۔ گورباچوف سٹالن کے بعد برسر اقتدار آنے والے سب سے نوجوان سوویت رہنما ہیں۔ اور حالیہ تبدیلیوں میں یقیناً ان کی شخصیت کا بھی دخل ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ روسی معاشرہ اب اس منزل پر پہنچ چکا تھا جہاں یہ تغیرات بالکل منطقی انجام کے طور پر نظر آتے ہیں۔

سوویت معاشرے کے متعلق اکثر حقائق جو بیرونی دنیا کو معلوم ہو رہے ہیں یہ خود سوویت حکومت کے جاری کردہ ہیں بلکہ گورباچوف کی دونوں کتابوں یعنی پرسٹرائیکا اور گلاس نوسٹ سے ہی اخذ کردہ ہیں۔ لیکن گورباچوف نے خود لکھا ہے کہ وہ اعداد و شمار نہیں دے رہے ہیں۔ لہذا ابھی تک دنیا کے پاس آج کے سوویت معاشرے کی تصویر اعداد و شمار کے نہ ہونے کی حد تک نامکمل ہے۔

بہرحال سوویت یونین میں حالیہ تغیرات کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ اقتصادی تنزل ہے۔ مذہبی قوموں کے سوا ہر دوسرے معاشرے یا قوم کے عروج و زوال کا براہ راست تعلق اقتصادیات سے ہی ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں ٹیکنالوجی کی ہر آن حیرت انگیز ترقی کے باعث اقتصادیات کا مسئلہ اور بھی اہم اور نازک ہو گیا ہے۔

سوویت یونین میں مختلف اجناس کی قیمتیں حکومت مقرر کرتی ہے۔ اور عام طور پر یہ قیمتیں اتنی کم ہوتی ہیں کہ PRODUCERS کے لئے کوئی INITIATIVE یعنی محرک باقی نہیں رہتا ہے مضبوط اقتصادیات کے لئے یہ ضروری ہے کہ حکومت قیمتیں مقرر نہ کرے بلکہ خود مارکیٹ قیمتیں مقرر کرے۔ گورباچوف اپنی اقتصادی اصلاحات میں ایسی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ عوام اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ جب قیمتوں کا تعین مارکیٹ کرے گی تو بہرحال قیمتیں بڑھیں گی۔

سوویت یونین میں چونکہ حکومت عوامی مشاورت کے بغیر اور کسی قسم کی مداخلت کے بغیر اپنی من مانیاں کر سکتی تھی اس لئے اس نے تمام سرمایہ کاری بھاری صنعتوں میں کی ہے۔ سامان حرب کے ڈھیر لگا دیئے گئے ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی فوج بنائی ہے۔ خلائی سفر میں امریکہ پر سبقت کی کوشش کی ہے۔ ایٹمی ہتھیاروں پر بے شمار دولت خرچ کی ہے۔ مگر دوسری طرح عام ضرورت کی اشیاء میسر نہیں ہیں۔ اگر میسر بھی ہیں تو ان کا معیار بے حد ناقص ہے یہاں تک کہ لوگوں کو جسم ڈھانپنے کے لئے کپڑا بھی میسر نہیں ہوتا۔ خود گورباچوف کے الفاظ یہ ہیں۔

"۱ء۳ ملین فوجیوں اور ۲۵۰۰۰ نیوکلائی ہتھیاروں کو نکال دیں تو سوویت یونین کی حیثیت محض ایک تیسری دنیا کے ملک کی ہوگی"

گورباچوف ہی اس اقتصادی بدحالی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں

معاشی نظام کی سب سے بڑی خرابی غلط ترجیحات ہیں۔ عام صارفین کی ضروریات اور مفادات کو پس پشت ڈال کر عظیم الشان پیداواری منصوبے بنائے جاتے رہے۔ اور صرف مجموعی قومی پیداوار کو ہی کامیابیوں کا معیار تصور کیا جاتا رہا۔ پیداواری عمل میں مقدار میں اضافے کو معیار میں اضافہ سے زیادہ ترجیح دی جانے لگی۔ اور یہ حکمت عملی روس کے لئے تباہ کن ثابت ہوئی۔ گورباچوف کے یہ الفاظ قابل غور ہیں کہ ہم جو کچھ مقدار کو بڑھا کر حاصل کرتے ہیں۔ وہ معیار کے گھٹیا ہونے کی وجہ سے کھو دیتے ہیں۔

گورباچوف نے روسی معیشت کی جس دوسری بڑی خرابی کا اعتراف کیا ہے۔ وہ کنٹرولڈ اکانومی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کنٹرولڈ اکانومی کی وجہ سے مسابقت کا عنصر ختم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ خود گورباچوف کے بقول گزشتہ ۱۵ برسوں میں قومی آمدنی کی ترقی کی شرح میں پچاس فی صدی سے زیادہ کمی ہوئی اور اسی کے عشرے میں ترقی کی شرح میں بالکل جمود پیدا ہو گیا۔ روس دنیا کے گندم پیدا کرنے والے بڑے ملکوں میں سے ایک تھا لیکن اب ہر سال روس کو لاکھوں ٹن گندم دوسرے ملکوں سے خریدنا پڑتی ہے۔ اسی طرح روس میں بہت سی گھریلو ضروریات کی اشیاء کا معیار بے حد ناقص ہے۔ رہائش، صحت، تعلیم اور غذا کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ روس کے سیاسی و ریاستی اداروں میں شروع سے ہی مضبوط مرکزیت قائم تھی۔ جس کی وجہ سے یہ ادارے بالکل غیر جمہوری ہو کر رہ گئے تھے۔ رائے عامہ اور عوامی امنگیں فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتی تھیں۔ ارباب اختیار خود یہ تصور کر لیتے تھے کہ ان کے فیصلے عوام کی خواہشوں کے ترجمان ہیں۔

کمیونسٹ پارٹی کی بھاری اکثریت صرف روسی قوم سے تعلق رکھتی تھی۔ کمیونسٹ پارٹی اور حکومت ایک ہی سکے کے دو رخ تھے۔ غیر کمیونسٹ سرکاری عہدہ حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ غیر کمیونسٹ کسی یونیورسٹی کا چانسلر بھی نہیں ہو سکتا تھا

چنانچہ روس کی ۲۹ کروڑ کی آبادی میں چند لاکھ کمیونسٹوں نے پارٹی کے سیکرٹری جنرل کی مطلق العنان آمریت کے تحت سوویت یونین پر حکومت کی۔ صدر اور وزیر اعظم کا عہدہ سیکرٹری جنرل کے بالمقابل بالکل غیر اہم تھا۔ ایسی آمریت کے نتیجہ میں سیاسی نوازشات اور خطابات کا حصول ہی ساری سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ پارٹی کے عہدے دار تنقید سے ماورای تھے۔ مساوات کا اصول

باقی ص ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ کا خط ملا

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول لکھتے ہیں

الفضل مورخہ ۳ نومبر ۱۹۹۰ء میں عاجز نے اپنے حالات پڑھے۔ انٹرویو دیتے وقت مجھے احساس نہ تھا کہ اشاعت کے بعد جب وہ میرے سامنے آئے گا تو میں کتنا شرمسار ہوں گا۔ ایک نالائق مزدور کی اتنی قدردانی من آنم کہ من دانم۔ اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرا انجام بخیر فرمائے اور تا زیست خدمت دین کی توفیق نصیب ہوتی رہے۔ مذکورہ حالات میں دو مقامات کسی قدر اصلاح طلب ہیں۔ براہ کرم ان کی ضرور تصحیح فرما دی جائے۔

اوّل یہ کہ ص۴ پر خاکسار کے بچے پانچ ظاہر کئے گئے ہیں جبکہ بفضل خدا خاکسار کے چھ بچے ہیں۔ تین لڑکے اور تین لڑکیاں۔

دوم یہ کہ اسی صفحہ پر نظم خوانی کے ذکر میں لکھا گیا ہے کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب (اللہ آپ سے راضی ہو) نے بلایا۔ یہ دعوت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی طرف سے ہوا کرتی تھی۔ اور آپ خاندان میں مختلف بیٹھکوں میں اس کا انتظام فرماتے تھے۔

حضرت سیدہ ام طاہر (اللہ آپ سے راضی ہو) کو نظمیں سنانے کا موقعہ مکرم منشی نذیر احمد صاحب ڈرائیور کو ملنے کے لئے جانے کے باعث پیدا ہوا۔ اوپر کی منزل سے حضرت سیدہ موصوفہ نے فرمایا ڈرائیور نذیر آپ کے پاس جو بچہ ملنے آیا ہے سنا ہے کہ وہ نظم اچھی پڑھتا ہے اس سے ہمیں نظمیں سنوائیں۔ چنانچہ عاجز نے نیچے کی منزل میں بیٹھے ہوئے بلند آواز سے نظمیں سنائیں۔ اس شرف پر اللہ کی حمد کرتا ہوں۔

مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب لکھتے ہیں

"اللہ تعالیٰ نے میری طبیعت میں شروع سے ہی یہ خاصیت ودیعت کر رکھی ہے کہ جن عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں نے سلسلہ کی کسی نہ کسی رنگ میں خدمت کی ہے میرے دل میں ان سے طبعی محبت اور عقیدت کے جذبات موجزن رہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لمبے عرصہ تک قادیان اور پھر ربوہ میں (ماسوائے ان سالوں کے جب میں امریکہ میں بطور مربی متعین رہا) اپنے ہمعصر (اس لحاظ سے کہ میں باوجود عمر میں ان سے چھوٹا ہونے کے ان سے قریب رہا) اور محبوں کو بہت ہی قریب سے دیکھا۔ مثلاً حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ بشمولیت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب۔ حضرت مولوی محمد دین صاحب۔ اور اسی زمانہ کے دیگر بزرگان۔ پھر اپنے ہم عمر یا تھوڑے سے فرق کے ساتھ۔ بعد میں پوری شان سے ابھرنے والے۔ روحانی ستارے۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحب۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب متذکرہ دور کے بعد بھرپور خدمت کرنے والا گروہ۔ جن میں سے اکثر میرے قادیان کے زمانہ کے شاگرد بھی ہیں۔ اور شاگرد نہ بھی رہے ہوں تو چونکہ انہوں نے بیرون ملک تربیت کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ میرے دل میں ان کا بے حد احترام ہے اور سلسلہ کا نام بلند کرنے کے لئے انہوں نے سالہا سال تک۔ جماعت کی پتلی مالی حالت کے ایام میں باہر رہنے کی سعادت پائی۔ میں دل سے ان کی قدر کرتا ہوں۔ ان میں سے آپ کی میرے دل میں بے حد قدر ہے۔ یہاں میں آپ کی تربیتی مساعی کا ذکر نہیں کر رہا۔ بلکہ آپ کی وساطت سے جماعت تک ایک گونہ حقیقت پہنچانا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ کسی مربی کا آخری انتخاب تو حضرت امام جماعت کی منظوری کے بعد ہی عمل میں آتا ہے اور عام طور پر ایسے احباب۔ جامعہ احمدیہ اور اس سے پہلے مدرسہ احمدیہ کے فارغ التعلیم ہوا کرتے تھے۔ پھر جب دائرہ کار وسیع ہوا اور زیادہ مربیوں کی ضرورت پڑی تو سرکاری پنشن یافتہ بزرگوں کا تقرر ہونے لگا جنہوں نے باقاعدہ مذہبی تعلیم حاصل نہ کی ہوتی تھی۔ بلکہ انہوں نے اپنے طور پر اپنے شوق اور محنت سے مناسب دینی تعلیم حاصل کر لی ہوتی اور دنیاوی علوم سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے عام دینی معلومات کے مالک ہوتے۔ خود میرا بھی اس میدان میں آنا۔ اسی وجہ سے تھا۔ (حضرت امام الثالث) کے ارشاد کے مطابق) میں دور چلا گیا۔ میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ آپ باقاعدہ اصطلاحی تربیت یافتہ مربی نہ تھے۔ زندگی وقف کر کے سرکاری ملازمت سے مرکز میں آگئے۔ لیکن اپنے طور پر عام معلومات کا مالک ہونے اور مطالعے کی عادت اور سلسلہ کی خدمت کرنے کا شوق آپ کے محاسن اجاگر کرتا گیا۔ اور آپ کی ہر بات اور ماحول کو گہری نظر سے دیکھنے اور واقعات کو ذہن میں محفوظ کر لینے کی صلاحیت نے آپ کو ایک مختصر سا انسائیکلوپیڈیا بنا دیا۔ جب آپ الفضل کی ادارت پر متمکن ہوئے بلکہ کر دیئے گئے تو ہماری عقیدت اور حضور کے صحیح فیصلہ کرنے، اور موزوں کارکنوں کو "کی پوزیشنوں" پر لگانے کی خداداد خصوصیت پر ایمان کے باوجود۔ آپ کے میری طرح عربی اور مروجہ دینی علوم فقہ۔ حدیث وغیرہم سے معروف معنوں میں بہرہ ور نہ ہونے کے باوجود۔ حضور کے انتخاب میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت ڈالی کہ موجودہ دور میں جس قسم کے ایڈیٹر کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے وہ تمام صفات آپ میں ودیعت کر دیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی بلا کا دے رکھا ہے اور پھر آپ نے غالباً ذاتی طور پر ریکارڈ محفوظ کرنے کا اہتمام بھی کر رکھا ہے۔ کہ آپ حالات حاضرہ پر تبصرہ کر رہے ہوں۔ تو اس واقعہ کے پس منظر۔ مالہٗ وما علیہا کو بیان کر کے تحریر کو پورے طور پر مستند بنا لیتے ہیں۔ آج (۳ نومبر) کے الفضل میں ہی بادشاہی مسجد کے خطیب کے متعلق آپ کا نوٹ پڑھ کر (ایک اور حوالہ سے) مجھے آپ کی یادداشت اور علم کے گہرے خزانہ کو خراج عقیدت ادا کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ آپ اپنی ذاتی اور ACQUIRED ذخیرہ معلومات کی بنا پر جو خدمت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزاء دے۔ اور سلسلہ کا آرگن ہر دلعزیز اور دلپسند بنا رہے

مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب۔ لاہور لکھتے ہیں

ہمارے لاہور میں الفضل کا پرچہ دوسرے دن ملتا ہے۔ چنانچہ آج ہمیں ۱۱ نومبر کا پرچہ ملا۔ صفحہ نمبر ۱ کالم نمبر ۴ میں ۲ نومبر کے خطبہ جمعہ بیت الاقصیٰ کی خبر پڑھ کر حیرانی ہوئی کہ یہ خبر ایک ہفتہ کی دیری سے کیوں شائع ہوئی ہے۔ ۱۱ نومبر کے پرچہ میں تو ۹ نومبر کے خطبہ جمعہ کے متعلق خبر شائع ہونی چاہیئے تھی۔

جہاں آپ الفضل کو احسن رنگ میں شائع کروانے پر مبارکباد کے مستحق ہیں اگر آپ ہر روز نہ منا دیں تو یہ ضرور عرض کروں گا کہ اسکو سلسلہ کی تازہ ترین خبروں سے مزین کریں تو بہت بہتر ہوگا۔ یقین جانئے کہ الفضل کا اتنا انتظار رہتا ہے کہ سب سے پہلے الفضل کو مکمل پڑھنے کے بعد دیگر اخباروں کی خبریں دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں میں بہت برکت پیدا کرے۔

زائد از ایک ماہ سے کمر درد کی تکلیف ہے بیماریوں میں پہلے سے کافی افاقہ ہے۔ تاہم دعا کی درخواست ہے۔ مکرم سہیل صاحب اور آغا صاحب کو سلام۔

بقیہ: ص۲ سے آگے

اور ایک مسلسل درد کے احساس کی نہر گھولتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس زندگی کے متعلق نغمہ سرا نہیں ہوں جو اس زمین پر فنا ہونے والوں کا حصہ ہے میرے دل میں جو مسرت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اور جن کی بنیاد ہزاروں انسانوں کا تصور ہے۔ ان کی گرمی میرے نغموں کی بنیاد ہے۔ میں قوس قزح کے رنگوں کو اور زیادہ روشن کر لیتا ہوں۔ یہ نرم ہیں اور شیریں۔ ہم سے دور ہیں۔ لیکن انہیں دیکھ کر ان کے حصول کے لئے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ میں ایک ایسے باغ کی بلبل ہوں جس نے ابھی تک جنم نہیں لیا۔ میں اپنی امید اور اپنے ایمان کی خوشیوں کے نغمے گاتا ہوں۔ اور میری یہ امید اور میرا یہ ایمان میرے مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں

مطیع اللہ صاحب درد نے ہمیں بتایا کہ وہ اس مختصر سے انتخاب کے بعد پاکستان کے شعراء کی نظموں کو برطانوی قارئین کے سامنے پیش کرنے کیلئے مزید کتابوں کی اشاعت کا پروگرام رکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بیرونی دنیا کو اردو اور اردو کے لکھنے والوں سے متعارف کروانے کیلئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ان کی اپنی زبانوں میں اردو لٹریچر کے اقتباسات پیش کئے جائیں۔ ہم مکرم مطیع اللہ صاحب درد کو غالب کے اشعار کے انتخاب کی اشاعت پر مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا کرے کہ وہ اردو کو اور اردو کے لکھنے والوں کو اپنے حلقے میں ہمیشہ متعارف کرواتے رہیں۔

لندن

جن ننھے احمدی بچوں نے اپنا چندہ وقف جدید سو فیصد ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس نیکی کی بہترین جزاء عطا فرمائے اور مزید قربانیوں کی توفیق سے نوازے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاعات و اعلانات

تقریب شادی

○ مکرم ڈاکٹر لئیق احمد صاحب طاہر آف کینیڈا ابن مکرم نعیم احمد صاحب، رحمت بازار ربوہ کا نکاح ہمراہ عزیزہ فرزانہ مجید صاحبہ بنت مکرم ڈاکٹر مجید اللہ صاحب آف جہلم کے ساتھ مبلغ پچپن ہزار روپے حق مہر پر مکرم محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح وارشاد نے پڑھایا۔ اس کے بعد تقریب رخصتانہ عمل میں آئی جس میں مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے دعا کروائی۔ اس سے اگلے روز دعوت ولیمہ ہوئی۔ جس کے آخر میں مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور نے رشتہ کے بابرکت ہونے کی دعا کروائی۔

تقریب نکاح

○ مکرم ظفر سردار خاں صاحب ابن مکرم محمد اعجاز خان صاحب مقیم جرمنی کا نکاح ہمراہ عزیزہ سعدیہ ممتاز خان صاحبہ بنت مکرم محمد ممتاز خان صاحب سکنہ مراڈہ ضلع سیالکوٹ بعوض مبلغ پچاس ہزار روپیہ حق مہر پر مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے مورخہ ۱۶۔ نومبر ۱۹۹۰ء کو بیت المبارک میں پڑھا۔

○ عزیزہ منصورہ بنت مکرم ماسٹر بشارت احمد صاحب۔ ربوہ کا نکاح ہمراہ مکرم نعیم احمد صاحب ولد مکرم شریف احمد صاحب مقیم مغربی جرمنی مبلغ ۵۰۰۰/- جرمن مارکس حق مہر پر مورخہ ۱۷۔ ستمبر ۹۰ء بعد نماز عصر بیت اللطیف دارالعلوم وسطی ربوہ میں مکرم عبدالسمیع خاں صاحب مربی سلسلہ نے پڑھا۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان رشتوں کو جانبین کے لئے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔

پتہ درکار ہے

۱۔ مکرم ظفر احمد صاحب جنجوعہ ولد مکرم محمد ابراہیم صاحب وصیت نمبر ۱۸۵۰۵، نے دارالصدر غربی ربوہ سے ۱۷۔ جولائی ۱۹۶۶ء کو وصیت کرائی تھی۔ بعد کراچی اور پھر پشاور میں بھی ملازمت کے سلسلہ میں رہے ہیں۔

۲۔ مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ بیوہ میاں عبدالرحیم صاحب وصیت نمبر ۲۰۰۱۴ آف جڑانوالہ ضلع فیصل آباد۔

اگر کسی دوست کو ان کے موجودہ ایڈریس کا علم ہو یا وہ خود یہ اعلان پڑھیں تو اپنے موجودہ ایڈریس سے دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ کو مطلع فرمائیں۔

درخواست دعا

○ مکرم منشی بشیر احمد صاحب کے چچازاد بھائی مختار احمد صاحب کو اسلام آباد میں دل کا حملہ ہوا ہے۔

○ محترمہ عالیہ طاہر صاحبہ بنت طاہر احمد تنویر صاحب الیکٹریکل اسسٹنٹ مینیجر پاک سعودی فرٹیلائزرز لمیٹڈ میرپورماتھیلو کے ہاتھ کا آپریشن کراچی میں ہو رہا ہے۔ اس سے قبل بھی آپریشن ہوا تھا۔ مگر کامیاب نہیں ہوا۔ اور دو رگیں آپس میں مل گئیں۔

○ مکرم ناصر احمد صاحب آف کوٹ عبدالمالک ضلع شیخوپورہ کی بیٹی عزیزہ نزہت بعمر ۲ سال کا ایک بازو اور ہاتھ اُبلتا ہوا دودھ گر جانے کی وجہ سے شدید جل گیا ہے۔ عزیزہ فضل عمر ہسپتال ربوہ میں داخل ہے۔

احباب ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

گمشدہ اور بازیافتہ اشیاء کیلئے

دفتر صدر عمومی سے رابطہ کریں

اگر آپ کو کوئی گمشدہ چیز ملے تو اسے دفتر صدر عمومی گولبازار ربوہ میں جمع کروا دیں۔

اسی طرح اگر آپ کی کوئی چیز گم ہو جائے تو اس کی بازیابی کے لئے صدر عمومی کے دفتر سے رابطہ کریں۔

(صدر عمومی)

بقیہ: صفحہ ۳ سے آگے

اور یہی وہ رقم ہے جو لبنان کے لئے خاصی اہمیت رکھتی ہے اور جس کی وجہ سے خانہ جنگی کے باوجود وہاں زندگی کے نشان نظر آتے ہیں۔

بقیہ: صفحہ ۵ سے آگے

خود پارٹی کے اندر پامال ہوتا رہا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بدعنوانیوں کا سلسلہ چل نکلا۔ رشوت، نمود ونمائش، بلند وبانگ دعوے عام ہو گئے۔ عہدے دار اختیارات کا ناجائز استعمال کرنے لگے اور دولت جمع کرنے لگے۔ کامیابیوں کا پراپیگنڈا کیا جانے لگا۔ عوامی امور کے اداروں میں ذہین افراد مشکل سے ہی داخل ہو سکتے تھے وفاداری، خوشامد اور قصیدہ خوانی کو پسند کیا جاتا تھا۔ نظریاتی مباحث سے گریز کیا جاتا تھا جو فکری اور تخلیقی عمل کو جاری رکھنے کے لئے ضروری ہوتے ہیں اہلیت اور محنت کی جگہ خوشامد اور چاپلوسی نے لے لی تھی اور اس طرح عوام اور حکومت کے درمیان اعتماد کا بحران پیدا ہو گیا۔ اس کے واضح اثرات کلچر، تعلیم، فنون پر پڑ رہے تھے۔ عوام کا مورال گر رہا تھا۔ شراب نوشی، منشیات اور جرائم میں گذشتہ دو عشروں میں شدید اضافہ ہوا۔

گورباچوف اس تمام زوال کی ذمہ داری سٹالن پر ڈالتے ہیں اور انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ ہم کمیونزم کے اصولوں کو ترک کر رہے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کارل مارکس کے فلسفہ ہیں سے ہی اپنے مسائل کا حل تلاش کر رہے ہیں۔

سوویت یونین نسلی اور قومی مسائل کا بھی شکار ہے۔ یہاں ۱۰۰ اقوام بستی ہیں۔ اور روسی قوم ۱۹۷۱ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۵۲،۴ فی صد ہے۔ تمام قوموں میں قومیت کا احساس اور شعور بہت گہرا ہے کیونکہ یہ سینکڑوں سال سے وہیں آباد ہیں جہاں ان کے آباد اجداد آباد تھے۔

نظریاتی اعتبار سے یہ بات متنازع تھی کہ انقلاب کے بعد اقوام کو کیا حیثیت دی جائے۔ لینن نے وفاقی نظام پر زور دیا جو مستقبل میں قومی تضادات پر غالب آجائے گا۔ جبکہ سٹالن قوم کے باہمی امتیازات کے خاتمہ اور ان کے ادغام کے تصور کو قبول نہیں کرتا تھا۔

سوویت یونین کی حالیہ تاریخ میں قوم پرستی کا شدید مظاہرہ اس وقت ہوا۔ جب روسی ثقافت کی عظمت پر زور دیا گیا۔ ۷۰ کی دہائی میں اس کی وجہ سے شدید ردعمل سامنے آئے۔ یوکرائن میں قوم پرستانہ تحریک ہے اور ان کا مطالبہ ہے کہ ان کو پولینڈ کے ساتھ ملا دیا جائے۔ چنانچہ ۱۹۶۵ء میں ان کے کئی دانشور گرفتار کر لئے گئے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قوم پرستی کے اس مرض کی جڑیں کتنی گہری اور کتنی پرانی ہیں جبکہ آذربائیجان اور آرمینیا میں مسلم قومیت اور عیسائیت کے مابین جو کشمکش جاری ہے وہ تشریح کی محتاج نہیں ہے۔

یہ سب وہ مسائل ہیں جن کے باعث سوویت معاشرہ زوال کی طرف بڑھ رہا ہے۔ گورباچوف عالمی سیاست میں جو ڈرامائی کردار امن اور صلح کے پیغام بر کی حیثیت سے ادا کر رہے ہیں۔ اگرچہ وہ قابل تعریف ہے۔ تاہم بنیادی وجہ اس کی یہی ہے کہ سوویت رہنما اندرونی اصلاحات کے لئے مکمل امن چاہتے ہیں اور اپنی اقتصادیات کو تباہی سے بچانے کے لئے دفاعی طور پر بیرونی خطرات سے آزاد ہو کر اسلحہ پر خرچ ہونے والے سرمایہ کو بچانا چاہتے ہیں۔

معلمین صف دوم کی کلاس

دفتر وقف جدید کے تحت حسب سابق ۱۵۔ جنوری ۹۱ء سے سہ ماہی تربیتی کلاس برائے معلمین صف دوم منعقد کی جا رہی ہے اس تحریک کی اولین مخاطب ایسی جماعتیں ہیں جو تربیت کی زیادہ محتاج ہیں وہ اپنے ایک ایک دو دو نمائندے ضرور اس کلاس کے لئے بھجوائیں تاکہ تربیت حاصل کرنے کے بعد اپنی جماعتوں کی تعلیم و تربیت کر سکیں۔

اس کلاس میں شامل ہونے والوں کے لئے عمر اور تعلیم کا کوئی خاص معیار نہیں۔ البتہ صحت اچھی ہو۔ قرآن مجید ناظرہ اور اردو لکھنا پڑھنا اچھی طرح آتا ہو اور تعلیم و تربیت کا خاص شوق اور جذبہ ہو۔

کلاس میں شامل ہونے والے طلباء کی درخواستیں ۳۱۔ دسمبر ۹۰ء تک مع کوائف۔ نام۔ ولدیت۔ تاریخ بیعت۔ عمر۔ تعلیم وغیرہ مقامی جماعت کے صدر صاحب کی تصدیق کے ساتھ دفتر وقف جدید میں پہنچ جانی چاہئیں۔ دوران تعلیم قیام، طعام کا انتظام دفتر کے ذمہ ہو گا۔ البتہ بستر اور قرآن مجید اپنے ہمراہ لاویں۔

ناظم ارشاد وقف جدید

جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی نہیں کرتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مستقبل سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں

اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ

الہدیٰ ماڈل کالج کی این سی سی پریڈ سے خطاب

ربوہ۔ الہدیٰ ماڈل کالج دارالنصر غربی ربوہ کی دوسری سالانہ این سی سی (نیشنل کیڈٹ کور) پریڈ ۱۴ نومبر کو کالج گراؤنڈ میں منعقد ہوئی۔ اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ مکرم ڈاکٹر محمد امجد صاحب ثاقب مہمان خصوصی تھے۔ طلباء نے چاق و چوبند پریڈ پیش کی۔ جس کو دیکھ کر مہمان بڑے متاثر ہوئے۔ مکرم ڈاکٹر محمد امجد صاحب ثاقب نے اس موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب اس کالج کی دوسری سالانہ پریڈ ایسی اچھی ہے تو دسویں اور بیسویں پریڈ کتنی زبردست ہوگی۔ اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نوجوانوں کے پرعزم چہرے دیکھ کر مجھے احساس ہوا ہے کہ ہمیں اپنے مستقبل سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں اس سے قبل کالج کے پرنسپل مکرم ڈاکٹر سید سلطان محمود صاحب شاہد نے معزز مہمان کو خوش آمدید کہا۔

ایک مستعد کارکن کی ضرورت

روزنامہ الفضل کو ایک ایسے مستعد، فعال اور محنتی کارکن کی ضرورت ہے جو مختلف شہروں میں دورے کر کے اشتہارات کے حصول کا کام کر سکے۔ تعلیم کم از کم ایف۔ اے ہو۔ عمر ۲۵ تا ۴۰ سال اور صحت اچھی ہو۔ معقول معاوضہ بھی پیش کیا جائے گا۔ خواہشمند افراد صدر جماعت یا امیر جماعت کی تصدیق کے ساتھ خود ملیں۔

(مینجر)

ھوالشافی

C M C

کیوریٹو کورسز

PILES COURSE	۴۰/-	بواسیر کورس
ASTHMA COURSE	۶۰/-	دمہ کورس
KIDNEY STONE COURSE	۱۶۵/-	پتھری گردہ کورس
KIDNEY INFECTION COURSE	۱۸۰/-	انفکشن گردہ کورس
DWARFISHNESS COURSE	۱۰۰/-	چھوٹا قد کورس
BODY BUILDING COURSE	۴۵/-	کمزوری جسم کورس
URINATION COURSE	۴۰/-	کثرت پیشاب کورس
STERILITY COURSE	۷۵/-	بانجھ پن کورس
LEOCODERMA COURSE	۱۰۰/-	پھلبہری کورس

نیز دیگر امراض کے کورسز اپنے قریبی میڈیکل سٹور سے طلب کریں یا براہ راست ہم سے منگوائیں۔

کیوریٹو میڈیسن کمپنی (رجسٹرڈ) (ڈاکٹر راجہ ہومیو)

لاہور — کراچی

ہیڈ آفس گولبازار - ربوہ

فون :- ۷۷۱-۶۰۶

خبریں

ملکی خبریں

○ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے جو سعودی عرب کے دورے پر ہیں عمرہ ادا کیا اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کیلئے دعائیں مانگیں۔ وہ شاہ فہد سے بھی ملاقات کر رہے ہیں۔

○ وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خان نے سارک تنظیم کا دائرہ وسیع کرنے پر زور دیا ہے۔ انہوں نے سارک ممالک سے ایٹمی پھیلاؤ روکنے کے معاہدے پر بھی دستخط کرنے کا مطالبہ کیا ہے

○ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ آئی جے آئی کے تاج محمد جمالی نے اعتماد کا ووٹ حاصل کر لیا ہے چالیس رکنی ایوان میں ان پر ۲۶ ارکین نے اعتماد کا اظہار کیا۔ نواب اکبر بگتی کی پارٹی جمہوری وطن پارٹی واک آؤٹ کر گئی۔

○ وزیر اعلیٰ بلوچستان نے انتخابات میں دھاندلی کے الزامات کے تحت صوبے کے دس ڈپٹی کمشنروں کو معطل کر دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے تین کمشنروں اور دس سیکرٹریوں کا بھی تبادلہ کر دیا۔

○ محترمہ بے نظیر بھٹو نے الزام لگایا ہے ان پر ریفرنس دائر کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صدر کے رشتہ داروں کو فائدہ پہنچانے سے انکار کر دیا تھا۔

○ ایف آئی اے نے مرحوم صدر ضیاء الحق کے طیارہ کے حادثہ کی از سر نو تحقیقات شروع کر دی ہے۔

○ خان عبدالولی خان نے جماعت اسلامی کے کارکنوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے تخریبی ذہنیت کے حامل لیڈروں کا راستہ روکیں ورنہ کلاشنکوف کی سیاست کی اجارہ داری صرف جماعت اسلامی تک محدود نہیں رہے گی۔

○ وزیر اعلیٰ پنجاب نے کہا ہے کہ ان کی حکومت ایک نئی سکیم کے تحت نئے سکولوں کے اجراء کے لئے مالی امداد دے گی۔

○ ٹرانسپورٹ کے لیڈر صالح محمد نیازی نے آئل ٹینکرز اور پٹرول پمپ مالکان کی حمایت میں ۲۵ نومبر سے ہڑتال کی دھمکی دے دی ہے

○ پاکستان کے جان شیر خان ایک بار پھر سکواش کی عالمی رینکنگ میں اول نمبر پر آگئے ہیں۔ سکواش کے پہلے دس عالمی کھلاڑیوں میں ۳ پاکستان اور ۶ آسٹریلیا کے کھلاڑی شامل ہیں۔

غیر ملکی خبریں

○ عراق نے اپنے ملک میں موجود تمام غیر ملکی یرغمالیوں کی رہائی کا اعلان کیا ہے۔ صدر صدام حسین کی صدارت میں یہ فیصلہ انقلابی کمان کونسل کے ایک اجلاس میں کیا گیا۔ یرغمالیوں کی رہائی کا مقصد خیر سگالی کا اظہار ہے۔ ان یرغمالیوں کی رہائی مرحلہ وار عمل میں آئے گی۔ پہلا گروپ ۲۵ دسمبر کو روانہ ہوگا اور آخری گروپ ۲۵ مارچ ۱۹۹۱ء کو جائے گا۔ بشرطیکہ ملک میں امن کی فضا خراب نہ ہو۔ بغداد سے ۱۳۰ مغربی یرغمالیوں کو علامتی طور پر رہا کر دیا گیا۔

○ جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک کی تنظیم سارک کا سربراہی اجلاس بدھ سے مالدیپ کے دارالحکومت مالے میں منعقد ہو رہا ہے۔ پاکستان کے نو منتخب وزیر اعظم میاں نواز شریف اور بھارت کے نئے وزیر اعظم مسٹر چندر شیکھر بھی شمولیت کریں گے۔

○ یورپی ممالک کا سربراہ اجلاس پیرس میں ہو رہا ہے۔ اسمیں روایتی ہتھیاروں میں کمی کے معاہدے پر دستخط کئے جائیں گے۔ ۳۴ ملکوں کے سربراہ شریک ہو رہے ہیں۔

○ مغربی ملکوں کی دفاعی تنظیم نیٹو اور کمیونسٹ ملکوں کی دفاعی تنظیم وارسا پیکٹ کا اجلاس جلد ہوگا جسمیں ہتھیاروں کو ختم کرنے کے بارے میں غور کیا جائے گا۔

○ امریکہ کے صدر مسٹر بش خلیج کے معاملے میں طاقت کے استعمال کیلئے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پیش کی جانے والی قرارداد کی حمایت کے لئے یورپی سربراہوں سے ملاقات کے لئے پیرس پہنچ گئے ہیں۔